Journal of Religion & Society **(JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems
https://doi.org/10.5281/zenodo.17203179

Fabricated Narrations in the Asbāb al-Nuzūl of the Qur'an: An Analytical Study

"قرآن کے اسباب النزول میں موضوع روایات" ایک تحقیقی جائزہ

Raznan Bibi
PhD Scholar of Islamic Studies, Qurtuba University of Science & Information Technology Peshawar
syedaraznan88@gmail.com
Dr. Ziaullah al-Azhari
Professor, Qurtuba University of Science & Information Technology Peshawar
drziaullah003@gmail.com

Abstract
This research explores the concept of Asbab al-Nuzul (occasions of revelation) and its crucial role in understanding the contextual meanings of the Qur'anic verses. It critically examines the authenticity of narrations attributed to the causes of revelation and identifies the presence of fabricated (mawdu') reports that have crept into Islamic literature over time. The study employs a rigorous methodological approach, analyzing classical and contemporary sources to distinguish between reliable and unreliable narrations. It highlights the criteria used by scholars of Hadith and Tafsir in authenticating reports and evaluates the impact of fabricated narrations on Qur'anic interpretation and Islamic thought. The findings underscore the necessity of scholarly vigilance and methodological soundness to preserve the integrity of Qur'anic exegesis and to prevent the misuse of weak or fabricated traditions. This study contributes to the broader field of Qur'anic studies by providing a nuanced understanding of the challenges and responsibilities in interpreting divine revelation.
Keywords: *Asbab al-Nuzul, contextual meanings, Methodological, Gabricated narrations.*

اسلام دین فطرت ہے۔ اس کی بنیاد دو اصول پر قائم ہیں۔ ایک قرآن کریم اور دوسرا سنت نبویہ ﷺ۔ سنت نبویہ ﷺ بھی اسی طرح سے قابل حجت ہے، جس طرح سے قرآن کریم حجت ہے، لیکن ہر زمانے میں یہ دونوں چیزیں دشمنان اسلام کی مخالفتوں اور دشنام طرازیوں کے نشانے پر رہی ہیں۔ خاص طور پر سنت کے خلاف روز بروز نئے فتنے وجود پذیر ہوئے۔ کبھی حقیقی اور ثابت شدہ سنت کو نا قابل قبول قرار دیا گیا، اور کبھی ایسی باتوں کو سنت میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی جس کا سنت کے

ساتھ دور کا بھی کوئی رشتہ نہیں تھا۔ چنانچہ مختلف ادوار میں حدیثوں کو غیر معتبر قرار دینے اور اسے موردالزام گرداننے کی دشمنان اسلام کی کوششیں جاری رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث میں ایسی رطب ویابس بھی داخل ہو گئیں جو دشمنان اسلام کی ہرزاسرائی کی نتیجہ تھی۔ سب سے بڑی ظلم تو یہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں لوگوں نے اس سازش کو نہ سمجھا۔ اور عام وخاص نے صحیح اور سقیم احادیث کے مابین امتیاز کرنا ترک کر دیا، جس کی وجہ سے بہت سے موضوع روایات زخیرہ احادیث میں شامل ہوئے۔

❖ موضوع حدیث کی تعریف:

لغوی تعریف:

لغت میں موضوع [وضع یضع] سے اسم مفعول ہے۔ جس کا معنی ہے "پھینکنا یا گرانا" کہاجاتاہے:

"وضع فلان الشيء "اى القاه من يده "[1]۔

فلان نے یہ چیز پھینک دی یا اسے ہاتھ سے گرادیا۔

اسی طرح کہاجاتاہے:

" وضعتُ الشيء من يدي وضْعاً "[2]۔

میں نے اپنے ہاتھ سے چیز پھینکی۔

وضع پستی کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

علامہ ابن منظور آفریقی رحمہ اللہ نے لکھاہے:

" الوضع ضد الرفع "[3]۔

وضع (پستی) بلندی کی ضد ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جہاں تک لغوی معنی کا تعلق ہے تو ابوالخطاب ابن دحیہ [4] کا کہنا ہے کہ موضوع کے معنی غلط طور پر منسوب بات ہے۔ کہاجاتاہے فلان شخص نے دوسرے پر وضع کیا یعنی اس کے ذمہ ایسی بات لگائی جو اس نے نہیں کہی۔ اور اس کا معنی پھینکنا اور گرانا بھی آیاہے، لیکن اس موقع کے لیے پہلا معنی زیادہ مناسب ہے [5]۔

علامہ ابن منظور آفریقی نے اللحیانی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھاہے کہ:

" ووضع منه فلان أي حط من درجته والوضيع الدنيء من الناس "[6]۔

اس سے فلان شخص گرا یعنی اپنے مرتبہ سے گرا۔ اور وضیع کے معنی ہے، گھٹیاانسان۔

❖ اصطلاحی تعریف:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ موضوع کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" وهوالمختلق، المصنوع "[7]۔

علامہ عراقی نے الفیہ میں لکھاہے:

"شر الضعيف: الخبر الموضوع ... الكذب، المختلق، المصنوع "[8]۔

ضعیف اخبار میں بدترین موضوع حدیث ہے، جو کہ اپنی طرف سے بنایاہوا اور جھوٹ ہو۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ شرح الفیہ میں لکھتے ہیں:

"وجيء في تعريفه بهذه الألفاظ الثلاثة المتقاربة للتأكيد في التنفير منه، والأول منها من الزوائد"[9]۔

اس کی تعریف میں یہ تینوں الفاظ شدید نفرت پیدا کرنے کے لیے لائے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ پہلا لفظ زائد ہے۔

ابن جماعہ نے صرف "وهوالمختلق" لکھا ہے[10]۔

ابن کثیرؒ نے نوع کے عنوان میں لکھا ہے:

" معرفة الموضوع المختلق المصنوع "[11]۔

اسی طرح علامہ سیوطی نے لکھا ہے:

" الموضوع : هو المختلق المصنوع وشر الضعيف "[12]۔

موضوع وہ حدیث ہے جو من گھڑت اور بنائی ہوئی ہو، اور یہ ضعیف احادیث میں سب سے بری ہے۔

ان تمام تعریفات سے یہ بات واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی طرف جھوٹی اور گڑھی ہوئی بات منسوب کرنے کو موضوع کہا جاتا ہے۔ پھر چاہے اس کا تعلق رسول اللہ ﷺ کی قول سے ہو یا فعل اور تقریر سے۔

رسول اکرم ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی گناہ:

دین اسلام میں جھوٹ انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے اور جب اس جھوٹ کا تعلق نبی کریم ﷺ کی ذات مطہرہ کے ساتھ ہو تو اس کی شدت میں بھی بہت زیادہ اضافہ ہو تا ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ کسی جھوٹی بات کو منسوب کرنا شریعت میں جھوٹ کو شامل کرنے کے مترادف ہے۔

علامہ عبد الحئ لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"بأن الكذب على النبي صلى عليه وسلم من اكبرالكبائر"[13]۔

"رسول اکرم ﷺ پر جھوٹ باندھنا "اکبر الکبائر" میں سے ہے"۔

امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

[نبی اکرم ﷺ پر جھوٹ باندھنا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے][14]۔

اسباب النزول میں موضوعی روایات:

جب آپ ﷺ اپنے بلیغانہ انداز میں کتاب اللہ کے اجمال کی تفسیر فرماتے، تو سامعین اس میں ایک خاص قسم کی لذت محسوس کرتے۔ آپ ﷺ کا اسلوبِ بیان اس قدر ساحرانہ ہو تا کہ وقت کے شعراء اور بلغاء بھی باوجود قدرت کے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ احادیثِ مبارکہ گو آپ ﷺ کی زندگی میں مدون نہیں ہوئیں تھی تاہم جو لفظ بھی نبی ﷺ کی زبانِ مبارکہ سے نکلتا وہ تو وہاں موجود لوگوں کے قلوب واذہان میں محفوظ ہو جاتا، بلکہ صحابہ کرام اس کے حفظ وابلاغ اور اس پر عمل کے لیے کوششیں کرتے نظر آتے۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے سفر وحضر، صلح وجنگ، اکل وشرب اور سرور وحزن کے تمام واقعات لوگوں کے پاس آپ کی زندگی میں ہی محفوظ ہو چکے تھے۔ خیر القرون کے گزرنے تک ایک طرف تو حدیث کی باقاعدہ تدوین نہ ہو سکی اور دوسری طرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ساتھ ہی دورِ فتنہ شروع ہو گیا جس کی طرف احادیث میں اشارات پائے جاتے ہیں۔ یہ فتن مختلف جہات سے اس طرح رونما ہوئے اور اس میں سیاسی اور مذہبی فتنے اس کثرت سے ابھرے کہ ان پر کنٹرول کرنا ناممکن ہو گیا۔ ان فتنوں میں ایک فتنہ وضع حدیث کا تھا۔ اس فتنہ کے سد باب کے لیے گو پہلی

صدی ہجری کے اختتام پر ہی بعض علمائے تابعین نے کوششیں شروع کر دی تھی۔اور پھر اس کے بعد وضع حدیث کے اس فتنہ کو روکنے کے لیے ائمہ محدثین نے صرف احادیث کو جمع کر دینے کو ہی کافی نہیں سمجھا بلکہ سنت کی حفاظت کے لیے علل حدیث، جرح وتعدیل، اور نقد رجال کے قواعد اور معیارات قائم کئے ،اسانید کے درجات مقرر کئے ۔ ثقات اور ضعفاء رواۃ پر مستقل تالیفات مرتب کیں اور مجروح رواۃ کے عیوب بیان کئے۔موضوع احادیث کو الگ جمع کیا اور رواۃ حدیث کے لیے معاجم ترتیب دیں۔جس سے ہر جہت سے صحیح ،ضعیف ،موضوع احادیث کی تمیز امت کے سامنے آگئی۔

لیکن اس کے باوجود بعض علوم میں موضوع اور اسرائیلی اور کمزور روایات مسلسل نقل ہوتے چلے گئے اور آج تک وہی روایات کتب تفسیر اور دوسرے علوم میں موجود ہیں۔

مثلاً فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

[انَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّهُ وَرَسُولهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاة وَيؤْتُونَ الزَّكَاة وهُمْ رَاكِعُونَ "[15] ۔"

[بلاشبہ تمہارے دوست،اللہ،اس کا رسول ﷺ اور وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں]۔

ایک شیعہ عالم طوسی کہتے ہیں :

[وأمّا النصّ على إمامته من القرآن ، فأقوى ما يدلّ عليه قوله تعالى "إِنَّمَاوَلِيُّكُمُ اللّهُ وَرَسُولهُ وَالَّذِينَ آمَنُواالَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاة وَيؤْتُونَ الزَّكَاة وهُمْ رَاكِعُونَ][16]۔

[رہی قرآنِ کریم سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی دلیل تو اس پر سب سے قوی دلیل یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

[إِنَّمَاوَلِيُّكُمُ اللّهُ وَرَسُولهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاة وَيؤْتُونَ الزَّكَاة وهُمْ رَاكِعُونَ][17] ۔

(بلاشبہ تمہارے دوست ، اللہ ، اس کا رسول ﷺ اور وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکاہ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں ۔۔۔۔۔"[18] ۔

طبرسی لکھتے ہیں :

[وهذه الآية من أوضح الدلائل على صحة إمامة عليّ بعدالنبيّ ﷺ بلا فصل] [19] ۔

[یہ آیت اس بات کی سب سے واضح دلیل ہے کہ نبیِ اکرم ؐ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت بلافصل کا قول درُست ہے]۔

اسی طرح ابن المطہر الحلی نے اپنی کتاب میں سب سے پہلی دلیل یہی ذکر کی ہے[20] ۔

علامہ حلی نے کتاب کشف الحق میں اس آیت کے نزول کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ:

[أجمعوا على نزولها في عليّ][21] ۔

یعنی مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

لیکن اگر انصاف کے نظر سے دیکھا جائے تو یہ بدترین جھوٹ ہے۔ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱۔۷۲۸ھ) نے سچ فرمایا ہے:

[وقد رأينا في كتبهم من الكذب والإفتراء على النبيّ صلّى الله عليه وسلّم وصحابته وقرابته أكثر ممّا رأينا من الكذب في كتب أهل الكتاب من التوراة والإنجيل][22] ۔

[ہم نے ان لوگوں (رافضیوں) کی کتابوں میں نبی اکرم ﷺ، آپ کے صحابہ کرام اور آپ ﷺ کے اہلِ بیت پر جو جھوٹ پایا ہے، وہ توراۃ وانجیل میں اہلِ کتاب کے (شامل کیے ہوئے) جھوٹ سے بھی بڑھ کر ہے]۔

اس طرح فرماتے ہیں:

[وقد اتّفق اهل العلم بالنقل والرواية والإسناد أنّ الرافضة من أكذب الطوائف ، والكذب فيهم قديم][23] ۔

[حدیث، روایت اور اسناد کے علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روافض سب فرقوں سے بڑھ کر جھوٹے ہیں اور جھوٹ ان میں بہت قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے]۔

اس آیتِ کریمہ کا حکم عام ہے اور تمام اہلِ ایمان کو شامل ہے۔

اس کے بارے میں حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ (۷۰۰۔۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

[ولم ينزل فى علىّ شىء من القرآن بخصوصيّته][24] ۔

[قرآنِ کریم کی کوئی آیت خاص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی]۔

مفسر فخر الدین رازی رحمہ اللہ (۵۴۴۔۶۰۶ھ) اس قول کا بطلان ثابت کرتے ہوئے کہ یہ آیت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، لکھتے ہیں :

[إنّ علىّ بن أبى طالب كان أعرف بتفسير القرآن من هولاء الروافض ، فلو كانت هذه الآية دالة على إمامته لاحتجّ بها فى محفل من المحافل ، وليس للقوم أن يقول : إنه تركه للتقيه ، فإنهم ينقلون عنه أنه تمسّك يوم الشورى بخبر الغدير وخبر المباهلة وجميع فضائله ومناقبه ، ولم يتمسّك ألبتة بهذه الآية فى إثبات إمامته ، وذلک يوجب القطع بسقوط قول هولاء الروافض لعنهم الله][25] ۔

[یقیناً سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قرآن کی تفسیر ان رافضیوں سے زیادہ جانتے تھے۔ اگر اس آیت میں ان کی امامت کی کوئی دلیل ہوتی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کسی نہ کسی محفل میں اس سے دلیل ضرور لیتے۔ رافضیوں کا یہ کہنا درُست نہیں کہ انہوں نے تقیہ کی وجہ سے ایسا نہ کیا۔ وہ ان سے نقل کرتے ہیں کہ وہ شوریٰ والے دن غدیر، مباہلہ اور اپنے فضائل ومناقب کی کو بیان کرنے سے رُک گئے تھے۔ انہوں نے اپنی امامت کے اثبات میں قطعاً اس آیت سے استدلال نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان رافضیوں کی بات قطعی طور پر غلط ہے]۔

نیز لکھتے ہیں :

[وأمّا استدلالهم بأنّ هذه الآية نزلت فى حقّ علىّ فهو ممنوع ، وقد بيّنّا أنّ أكثر المفسّرين زعموا أنه فى حقّ الأمة][26] ۔

[رافضیوں کا اس آیت سے استدلال کرنا کہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، غلط ہے۔ ہم نے یہ بیان کر دیا ہے کہ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت پوری امت کے بارے میں نازل ہوئی ہے]۔

امام طبری رحمہ اللہ (۲۲۴۔ ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں :

[فيها قولان : الأوّل أنّ المراد عامة المسلمين ، لأنّ الآية نزلت على وفق ما مرّ من قصة عبادة بن الصامت رضى اللّه عنه ، والقول الثانى أنها فى شخص معيّن ورُى أنه أبو بكر ورُوى أنه علىّ][27] ۔

[اس میں دو قول ہیں۔ پہلا تو یہ کہ اس سے مراد عام مسلمان ہیں، کیونکہ یہ آیت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے مذکور قصہ کے مطابق نازل ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایک معین شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ایک روایت میں وہ شخص سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ایک روایت کے مطابق وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں]۔

پھر امام طبری رحمہ اللہ نے دوسرے قول کا ردّ بھی کیا ہے۔

سدّی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

[هم المؤمنون ، وعلیّ منهم][28] ۔

[اس سے مراد سب مؤمن ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک ہیں]۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۰۰۔ ۶۷۱ھ) لکھتے ہیں :

[والذین عامّ فی جمیع المؤمنین][29] ۔

[والذین کا لفظ سب مؤمنوں کے لیے عام ہے]۔

عبد الملک بن ابی سلیمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

سألت أبا جعفر محمّد ابن علیّ عن قوله عزّ وجلّ :

[إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ الله وَرَسُوله وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاة وَيُؤْتُونَ الزَّكَاة وهمْ رَاكِعُونَ[30] ۔

قال : أصحاب محمّد ﷺ ، قلت : يقولون:هو علیّ ، قال : علیّ منهم]۔

[میں نے ابو جعفر محمد بن علی الباقر رحمہ اللہ سے اس فرمانِ باری تعالیٰ کے بارے میں پوچھا:

[إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ الله وَرَسُوله وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاة وَيُؤْتُونَ الزَّكَاة وهمْ رَاكِعُونَ][31] ۔

انہوں نے فرمایا:اس سے مراد محمد ﷺ کے صحابہ ہیں۔ میں نے کہا:لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں ۔انہوں نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ بھی صحابہ کرام میں شامل ہیں۔

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

[میں نے ایک مرتبہ نبیِ کریم ﷺ کے ساتھ نمازِ ظہر پڑھی۔ ایک سائل نے سوال کیا مگر جب کسی نے اسے کچھ نہ دیا تو سائل نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے کہا: اے اللہ !تو گواہ رہنا، میں نے تیرے نبی ﷺ کی مسجد میں سوال کیا مگر کسی نے مجھے کچھ نہ دیا۔ اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ رکوع کی حالت میں تھے۔ آپ نے اپنے داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے جس میں انگوٹھی تھی،اشارہ کیا۔ سائل آیا اور اس نے انگوٹھی اتار لی۔ یہ منظر نبیِ اکرم ﷺ دیکھ رہے تھے۔ نبیِ اکرم ﷺ نے دعا کی ۔دعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ جبریل یہ آیتِ مبارکہ لے کر نازل ہوئے:

"إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ الله ورسوله---الاية"[32] ۔

یہ روایت صحیح نہیں ہے۔اس میں سوائے سلیمان بن مہران الاعمش کے کوئی بھی ثقہ راوی نہیں ہے۔

اس میں ایک راوی یحیٰ بن عبد الحمید الحمانی ہے جو جمہور محدثین کے نزدیک "ضعیف" ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

" وکان یکذب جهارا "[33] ۔

"یہ کھلم کھلا جھوٹ بولتا تھا"۔

اسماعیل بن موسیٰ نسیب السدی کہتے ہیں :

''هوكذّاب ''[34]۔

''یہ جھوٹا راوی ہے''۔

حافظ ابن القطان الفاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

'' فإنّ جماعة ، وهم الأكثرون يضعّفونه ''[35]۔

''محدثین کی ایک جماعت جو کہ زیادہ ہیں، وہ اسے ضعیف قرار دیتے ہیں''۔

حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

'' ضعّفه الجمهور ''[36]۔

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے''۔

اسی طرح اس روایت کا دوسرا راوی ''قیس بن الربیع '' بھی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں :

'' ضعّفه الجمهور ''[37]۔

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے''۔

اسی طرح اس روایت کا تیسرا راوی ''عبایۃ بن ربعی'' بھی ایک متکلم فیہ ہے۔

امام عقیلی رحمہ اللہ نے اسے ''غالی ملحد[38]'' قرار دیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ''غالی شیعه[39]'' قرار دیا ہے۔

امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''كان من عتق الشيعة ، قلت : ما حاله ؟ قال : شيخ ''[40]۔

''پرانے شیعوں میں سے تھا۔ (ابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا: اس کی حالت کیسی تھی؟ فرمایا: وہ شیخ تھا۔''

اس سند کے اکثر رواۃ ضعیف اور کذاب ہیں، لہذا یہ روایت مکذوب اور موضوع ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اس سند کو ''ساقط'' قرار دیا ہے[41]۔

رسول اللہ ﷺ پر آیت (إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ ۔۔۔) نازل ہوئی۔ آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک سائل آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے سوالی! آپ کو کسی نے کچھ دیا ہے؟ اس نے جواباً عرض کیا :

''لا ، إلّاهذا الراكع ۔ لعليّ ۔ أعطاني خاتما''[42]۔

''نہیں، سوائے علی کے کہ انہوں نے مجھے انگوٹھی دی ہے''۔

یہ روایت بھی جھوٹی ہے، یہ روایت گھڑنے والا شخص عیسیٰ بن عبد اللہ بن محمد بن عمر ہے۔ اس کے بارے میں امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لم يكن بقويّ الحديث''[43]۔

''اس کی حدیث قوی نہیں تھی''۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ راوی "متروک الحدیث[44]" ہے۔

امام ابنِ عدی رحمہ اللہ اس کی منکر احادیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''وعامة ما يرويه ما يتابع عليه ''[45]۔

"اس کی بیان کردہ اکثر روایات پر متابعت نہیں کی گئی۔

امام ابنِ حبان رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں :

[يروى عن أبيه عن آبايه أشياء موضوعة، لا يحلّ الاحتجاج به ، كأنه كان يهم ويخطیء][46]۔

[یہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے اجداد سے من گھڑت روایات بیان کرتا تھا۔ اس سے دلیل لینا حرام ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ وہمی اور خطاکار راوی تھا]۔

نیز امام موصوف اسے اپنی کتاب میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

'' فی حديثه بعض المناكير''[47]۔

"اس کی بعض حدیثیں منکر ہیں''۔

امام ابنِ حبان رحمہ اللہ کا پہلا قول ہی راجح ہے، کیونکہ وہ جمہور کے موافق ہے۔

امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''روٰی عن أبيه عن آبائه أحاديث مناكير ، لا يكتب حديثه ، لا شیء''[48]۔

"یہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے اجداد سے منکر احادیث بیان کرتا ہے۔ اس کی حدیث لکھی بھی نہیں جائے گی۔ یہ حدیث میں کچھ بھی نہیں ''۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی ایک دوسری روایت کے بارے میں کہا ہے:

[هذا لعله موضوع][49]۔

[شاید یہ موضوع روایت ہے]۔

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

[سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سوالی کھڑا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ حالتِ رکوع میں تھے، نماز نفلی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی اتار کر اس سوالی کو دے دی۔ نبیِ اکرم ﷺ کو اس کے بارے میں آگاہی دی تو آپ ﷺ پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی : (إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ الله ---الاية''[50]۔

یہ روایت بھی باطل ہے۔ اس کے راوی خالد بن یزید العمری کو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے "کذاب[51]" کہا ہے۔

امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''كان كذّابا ، أتيته بمكة ، ولم أكتب عنه ، وكان ذاهب الحديث''[52]۔

"وہ بہت جھوٹا شخص تھا۔ میں اس کے پاس مکہ میں آیا تھا، لیکن اس سے کچھ نہیں لکھا۔ وہ حدیث میں بالکل ناکارہ تھا''۔

امام ابنِ حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

[يروى الموضوعات عن الأثبات]۔

[یہ ثقہ راویوں کی طرف منسوب کرکے من گھڑت روایات بیان کرتا تھا]۔

اس راوی کی کسی ثقہ امام نے توثیق نہیں کی، بلکہ یہ راوی باتفاقِ محدثین مجروح ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں :

[كان عليّ بن أبي طالب قائما يصلّي ، فمرّ سائل وهو راكع ، فأعطاه خاتمه ، فنزلت : إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ الله ---]

سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبیِ اکرم ﷺ کے پاس گیا۔ آپ ﷺ سورہے تھے یا آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ گھر کے ایک کونے میں سانپ تھا۔ جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو یہ آیتِ کریمہ تلاوت کر رہے تھے:

(إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ الله ---) آپ ﷺ نے فرمایا :

''يا أبا رافع ! سيكون بعدي قوم يقاتلون عليّا ، حقّا على الله جهادهم ، فمن لم يستطع جهادهم بيده ، فبلسانه ، فمن لم يستطع بلسانه فبقلبه ، ليس وراء ذلك شيء''[53] ۔

[اے ابورافع ! عنقریب میرے بعد کچھ لوگ علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کریں گے۔ ان سے مقابلہ کرنا اللہ پر لازم ہو گا۔ جو اپنے ہاتھ سے ان کے مقابلے کی سکت نہ رکھتا ہو، وہ اپنی زبان سے مقابلہ کرے، جو زبان سے مقابلے کی بھی سکت نہ رکھتا ہو، وہ اپنے دل کے ساتھ ان سے نفرت کرے۔ اس سے کم کچھ مرتبہ نہیں]۔

یہ روایت بہت کمزوراور باطل ہے۔ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[فيه محمّد بن عبيد الله بن أبي رافع ، ضعّفه الجمهور ، ووثّقه ابن حبّان ، ويحيى بن الحسن بن الفرات لم أعرفه ، وبقيه رجاله ثقات][54] ۔

[اس میں محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع راوی ہے۔ اسے جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے، لیکن امام ابنِ حبان رحمہ اللہ نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن الحسن بن الفرات کو میں نہیں جانتا۔ اس کے باقی راوی ثقہ ہیں]۔

محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''منكر الحديث''[55] ۔

''یہ منکر الحدیث راوی ہے''۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

'' حديثه ليس بشئ''[56] ۔

''اس کی حدیث کسی کام کی نہیں ''۔

امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

'' ضعيف الحديث ، منكر الحديث جدّا ذاهب''[57] ۔

'' یہ ضعیف الحدیث اور سخت منکر الحدیث، نیز بہت کمزور راوی ہے''۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :'' متروک ''[58] ۔

''یہ متروک راوی ہے''۔

امام ابنِ عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

'' وهو في عداد شيعية الكوفة ، ويروى من الفضائل أشياء لا يتابع عليها''[59] ۔

''اس کا شمار کوفہ کے شیعہ میں ہوتا ہے۔ اس سے ایسے فضائل مروی ہیں جن پر اس کی متابعت نہیں کی گئی ''۔

حوالہ جات

(1) محمد بن مکرم بن منظور الأفريقي المصري، لسان العرب، ناشر: دار صادر، بیروت، طبع اول (ج8، ص:396)۔

(2) ابن منظور، لسان العرب (ج8، ص:396)۔

(3) ابن منظور، لسان العرب (ج8، ص:396)۔

(4) أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (متوفی: 852ھ) النكت على كتاب ابن الصلاح، ناشر: عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية،، طبع اول: 1984ء (ج:2، ص:883)۔

(5) ابن حجر العسقلاني، النكت على كتاب ابن الصلاح (ج:2، ص:883)۔

(6) ابن منظور، لسان العرب (ج8، ص:396)۔

(7) ابن صلاح ، ابوعمرو، عثمان بن عبدالرحمن الشہرزوری، مقدمہ ابن صلاح فی علوم الحدیث، ناشر: دارالحدیث القاہرہ، سن اشاعت: 2010ء (النوع الحادی والعشرون، معرفۃ الموضوع، (ص:129)۔

(8) العراقي ، زين الدين عبد الرحيم بن الحسين بن عبد الرحمن (متوفی: 806ھ) ألفية العراقي المسمیٰ بالتبصرة والتذكرة في علوم الحديث (شعر نمبر: 225) ناشر: مكتبة دار المنهاج للنشر والتوزيع، الرياض، طبع دوم: 1428ھ۔

(9) السخاوي، شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد (المتوفى: 902ھ) فتح المغيث بشرح الفية الحديث للعراقي ناشر: مكتبة السنة ، مصر، طبع اول: 2003ء (شعر نمبر: 225، ج:1، ص:310)۔

(10) بدر الدين، أبو عبد الله، محمد بن إبراهيم بن سعد الله بن جماعة الكناني ، الشافعي (المتوفى: 733ھ) المنهل الروي في مختصر علوم الحديث النبوي ناشر: دار الفكر، دمشق (ص:53)

(11) ابن كثير، اسماعيل بن عمر، الباعث الحثيث في اختصار علوم الحديث دار احياء التراث العربي، بيروت (ص:10)۔

(12) نووی، التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير النذير في أصول الحديث (ص:6)۔

(13) عبد الحئ لکھنوی، الآثار المرفوعة (ص:16)

(14) نووی، مقدمہ شرح مسلم، (ج:1، ص:28)۔

(15) سورة المائدة : آیت: 55۔

(16) سورة المائدة : آیت: 55۔

(17) سورة المائدة : آیت: 55۔

(18) الطوسي، تلخيص الشافی (ج:2، ص:10)۔

(19) طبرسی، مجمع البيان (ج:2، ص:128)۔

(20) ابن المطہر الحلی، منہاج الكرامة (ص:148) ۔

(21) محمد حسين ڈھکو، اثبات الامامت (ص:144-148)۔

[22]ابن تیمیۃ ، مجموع الفتاوی(ج:28،ص:482)۔

[23]ابن تیمیۃ ،منہاج السنۃ(ج:1،ص:59)۔

[24]ابن کثیر،البدایۃوالنہایۃ(ج:8،ص:394)۔

[25]امام رازي، تفسیر الرازی(ج:12،ص:25)۔

[26]امام رازي، تفسیر الرازی(ج:12،ص:25)۔

[27]ابن جریري، تفسیر طبری(ج:6،ص:288)۔

[28]أبو محمد عبد الرحمن بن محمد بن إدريس بن المنذر التميمي، الحنظلي، الرازي ابن أبي حاتم (المتوفى:327ھ) تفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم

ناشر:مکتبۃ نزار مصطفی الباز-المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، طبع دوم:1419ء(ج:5،ص:110)۔

[29]قرطبي، تفسیر القرطبی(ج:6،ص:221)۔

[30]سورۃ المائدۃ :آیت:55۔

[31]ابی نعیم الاصبہانی،حلیۃ الاولیاء(ج:3،ص:158)۔

[32]أبو زيد عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبي(المتوفى:875ھ) الجواهر الحسان في تفسير القرآن،ناشر:دار إحیاء التراث العربي-

بیروت،طبع اول:1418 ھ(ج:80۔81)۔

[33]ابن ابی حاتم،الجرح والتعدیل(ج:9،ص:169)۔

[34]ابن ابی حاتم،الجرح والتعدیل(ج:9،ص:169)۔

[35]علي بن محمد بن عبد الملك الكتامي الحميري الفاسي، أبو الحسن ابن القطان (المتوفى:628ء) بيان الوهم والإيهام في كتاب الأحكام،

ناشر:دار طیبۃ -الریاض،طبع اول:1997ء(حدیث:1404)۔

[36]ابن الملقن،البدر المنیر(ج:3،ص:224)۔

[37]أبو الفضل زين الدين عبد الرحيم بن الحسين بن عبد الرحمن بن أبي بكر بن إبراهيم العراقي(المتوفى:806ء) المغني عن حمل الأسفار في

الأسفار، ناشر:دار ابن حزم،بیروت-لبنان،طبع اول:2005ء(ج:4،ص:80)۔

[38]عقیلی،الضعفاء الکبیر(ج:3،ص:415)۔

[39]الذہبی،میزان الاعتدال(ج:2،ص:387)۔

[40]ابن ابی حاتم،الجرح والتعدیل(ج:8،ص:29)۔

[41]ابن حجر،الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف(ج:1،ص:649)۔

[42]أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (المتوفى:571ء) تاریخ دمشق،ناشر:دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع،

طبع:1995ء(ج:42،ص:358)۔

(43)ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل (ج:6، ص:280)۔

(44)سنن الدار قطنی (ج:2، ص:263)۔

(45)ابن عدی، الکامل فی ضعفاء الرجال (ج:5، ص:245)۔

(46)ابن حبان، المجروحین (ج:2، ص:121)۔

(47)ابن حبان، الثقات (ج:8، ص:492)۔

(48)ابی نعیم، کتاب الضعفاء (ص:185)۔

(49)لذہبی، میزان الاعتدال (ج:3، ص:315)۔

(50)سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى:360ھ) المعجم الكبير (حديث:6228)۔

(51)ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل (ج:3، ص:360)۔

(52)ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل (ج:3، ص:360)۔

(53)الطبرانی المعجم الکبیر (ج:1، ص:321) (حدیث نمبر:955)۔

(54)الهيثمي، مجمع الزوائد (ج:9، ص:134)۔

(55)ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل (ج:8، ص:2)۔

(56)ایضا، الجرح والتعدیل (ج:8، ص:2)۔

(57)ایضا، الجرح والتعدیل (ج:8، ص:2)۔

(58) أحمد بن محمد بن أحمد بن غالب، أبو بكر المعروف بالبرقاني (المتوفى:425ھ) سؤالات البرقاني للدارقطني، ناشر: کتب خانہ جمیلی-لاہور، پاکستان، طبع اول:1404ھ (ص:484)۔

(59)ابن عدی، لکامل فی ضعفاء الرجال (ج:6، ص:114)۔